کشمیر میں اردو کی اہمیت اور مستقبل

ڈاکٹر اصغر اقبال/ ڈاکٹر ممتاز صادق

ABSTRACT:

The paper establishes that Urdu has been used as lingua franca and as a medium of instruction throughout Kashmir, for a long time. The semi independent region Poonch had adopted Urdu as the official language since 1892.

Urdu has been the medium of instruction in the state of Kashmir and the Committee comprising Dr. Zakir Hussain, who later became the president of India, and khaja Ghulam us Syedain, in its report endorsed the use of Urdu as the medium of instruction, in the state. Glency Committee appointed by the Maharaja Hari Singh, prior to the Zakir Hussain committee had also recommended the use of Urdu as the medium of instruction in Kashmir. The paper with this back ground, establishes the wide spread usage of Urdu and its utility for the Kashmiries and a bright future of Urdu in Kashmir.

اردو زبان انیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں ریاست جموں و کشمیر کے طول و عرض میں اپنی سلاست اور روانی کا لوہا منوا چکی تھی۔ بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی یہاں بڑی سرعت اور شد و مد سے پھلنے پھولنے لگی بقول غلام احمد پنڈت:

> ''یہ دولت کے کاشانوں میں ہی نہیں، کلبہ افلاس میں بھی حاضر ہوئی منبر ومحراب تک رسوخ حاصل کیا۔ کلیسا میں گھس گئی حتیٰ کہ دبے پاؤں بت کدے میں بھی جا بیٹھی اور اپنی سلاست، لوچ، گھلاوٹ اور ادائے دلبری سے ہر کہ و مہ کا من موہ لینے میں کامیاب ہوگئی۔''(۱)

عصر حاضر میں اردو اہل کشمیر کی تعلیمی، سیاسی، انتظامی، اقتصادی اور علمی و ادبی زندگی میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ کشمیر میں اردو کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور فروغ ہند و فرقہ پرستوں سے نہ دیکھا گیا چنانچہ ۱۹۳۶ء میں کشمیر میں ہندی کی ترویج کی کوششیں تیز ہوگئیں اور اردو رسم الخط کی بجائے دیوناگری رسم الخط کو رواج دینے کے منصوبے بنائے جانے لگے۔ ہندی کو دفتری زبان قرار دلانے کی متعصّبانہ کوششوں اور مطالبے کے پیشِ نظر ڈوگرہ حکومت نے خواجہ غلام السیدین کی سربراہی میں ایک جائزہ کمیٹی تشکیل دی جس کے ذمہ ریاست میں تعلیم و تدریس کے لیے زبان کی موزونیت کی نشاندہی کا فریضہ سونپا گیا۔ اس تحقیقاتی کمیٹی میں ریاستی باشندوں کے علاوہ ڈاکٹر ذاکر حسین بھی شامل تھے۔ کمیٹی نے ۱۹۳۸ء میں حکومت کو جو رپورٹ پیش کی وہ ریاست کشمیر میں اردو کے رسوخ اور ضرورت کی عکاسی کرتی ہے اس رپورٹ کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

> ''وہ زبان جو تاریخ اور تعلیمی اسباب کی بنا پر ریاست کی عام مشترکہ زبان ہے اور ریاست کے مختلف حصوں میں لوگ جسے بولتے ہیں وہ اردو ہے، جو ریاست کے تمام مدرسوں میں پہلے درجے سے لے کر اوپر تک کے لیے ذریعہ تعلیم بھی ہے۔ لہٰذا ان لڑکوں کے لیے جو یہ زبان نہیں جانتے ہیں اردو کا ذریعہ تعلیم ہونا کوئی دشواری کا سبب نہیں ہے اس لیے ان علاقوں میں جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے عملاً نیز تعلیمی اعتبار سے اردو کے سوا کوئی دوسری زبان ذریعہ تعلیم نہیں ہوسکتی اور اردو نہ صرف لغت کے اعتبار سے وسیع اور ترقی یافتہ زبان ہے بلکہ اس میں دوسری زبانوں سے اخذ کر لینے کی صلاحیت موجود ہے۔''(۲)

غلام السیدین کی سربراہی میں قائم ہونے والی اس کمیٹی سے قبل مہاراجہ ہری سنگھ کے احکامات کے تحت ۱۲ر نومبر ۱۹۳۱ء میں قائم ہونے والے 'گلینسی کمیشن' نے بھی اپنی رپورٹ میں اردو کو ریاست کشمیر کے مدرسوں اور سکولوں کے لیے موزوں قرار دیا تھا۔(۳)

اس پر مستزاد یہ کہ شیخ محمد عبداللہ اردو کے زبردست حامی اور داعی تھے انھوں نے ۸ر جنوری ۱۹۴۱ء کو اردو کی اہمیت کے پیشِ نظر جامع مسجد سری نگر میں اپنی تقریر میں یہ اعتراف کیا تھا:

> ''نیشنل کانفرنس اس بات پر یقین رکھتی ہے اور واقعات چمکتے ہوئے سورج کی طرح اس کی شہادت دیتے ہیں کہ اردو زبان ہی ایک ایسی زبان ہے جس پر ریاست کے تمام لوگ سالہا سال سے تعلیمی اور درباری ضروریات کے لیے اتفاق کر چکے ہیں اور آئندہ بھی یہی زبان ان کی ترقیوں کا ذریعہ اور وسیلہ بننے کی اہلیت رکھتی ہے۔''(۴)

اہل کشمیر کی اردو کے ساتھ اس جذباتی اور فطری وابستگی کا نتیجہ تھا کہ قیام پاکستان سے قبل ہی وہاں اردو نے اپنی جڑیں خوب گہری اور مضبوط کر لی تھیں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ریاست کشمیر کی ایک نیم خودمختار ریاست پونچھ کے راجہ بلدیو سنگھ نے ۱۸۹۳ء میں اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دے دیا تھا اس ریاست میں ٹھاکر ونچھی، کرشن چندر، چراغ حسن حسرت اور منشی صادق علی جیسے قابل ذکر اہل قلم منظر پر آ چکے تھے۔

۱۹۴۷ء کے بعد مقبوضہ کشمیر کی حکومت نے مقامی ادیبوں سے مدارس کی درسی کتب لکھوائیں جو اب تک کشمیر کے اسکولوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔ اردو کے ان ادیبوں جنھوں نے مڈل سے اونچے درجے کی کتابیں لکھیں ان میں میر غلام رسول نازکی، تنہا انصاری، پروفیسر شرما، غلام احمد کشفی، پروفیسر فاضل اور مسٹر نحوی کے نام شامل ہیں۔(۵)

تعلیمی ضروریات اور تقاضوں سے بھی بڑھ کر اہلیانِ کشمیر کے لیے اردو کی سیاسی اور اقتصادی اہمیت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کشمیر جغرافیائی اور لسانی اعتبار سے کئی حصوں میں بٹی ہوئی ریاست ہے ہر حصے کی تہذیب و ثقافت جداگانہ اور زبان الگ ہے۔ مثلاً آزاد کشمیر میں بسنے والے قبائل کی بڑی زبانیں پہاڑی، پوٹھواری اور گوجری ہیں سری نگر اور گرد و نواح کے بیشتر علاقوں میں کشمیری زبان بولی جاتی ہے۔ جموں میں ڈوگری اور پہاڑی کا چلن ہے جبکہ گلگت بلتستان میں شینا، بلتی، بروشسکی، کوہستان، کھوار اور پوریک بولیوں کا رواج ہے۔ یہ تمام زبانیں بوجوہ اپنے بولنے والوں کی کم آمیزی کے باعث ایک دوسری سے بہت کم تال میل رکھتی ہیں۔ ان میں پہاڑی، پوٹھواری اور گوجری تو آپس میں کچھ نہ کچھ تال میل رکھتی ہیں جس کے باعث کچھ تردد کے ساتھ ہی سہی ایک زبان بولنے والا دوسری زبان کسی نہ کسی حد تک سمجھ سکتا ہے باقی ماندہ زبانوں کا باہمی تعلق نہ ہونے کے برابر ہے۔

اس تعلق کو زیادہ واضح کرنے کے لیے یوں کہا جا سکتا ہے کہ پہاڑی، گوجری اور پوٹھواری کا باہمی تعلق ایسا ہی ہے جیسا پنجابی اور سرائیکی میں پایا جاتا ہے جبکہ باقی زبانوں میں اختلاف کی صورت وہی ہے جو پشتو اور پنجابی یا پشتو اور سندھی میں ہے۔ حسن اتفاق کہ کشمیر کے ہر حصے میں بولی جانے والی زبان دوسرے حصے میں بولی جانے والی زبان سے کم اور اردو سے زیادہ تعلق رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل کشمیر اپنی مادری زبان کے علاوہ کشمیر کی دوسری زبانوں کی نسبت اردو سے زیادہ مانوس اور آشنا ہیں۔

اس لسانی قربت کے باعث کشمیر کے لوگ برصغیر کے اکثر باسیوں کی نسبت اردو کو زیادہ آسانی سے اور جلدی اپنا لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر کے مختلف حصوں میں بسنے والے اور مختلف بولیاں بولنے والے لوگ باہمی ربط اور اختلاط کے لیے اردو کے محتاج ہیں۔ اگر فریقین میں سے کوئی اردو زبان سے نابلد ہو تو اظہار و ابلاغ کی کوئی صورت نہیں نکل پاتی، چنانچہ کشمیر میں اردو کو رابطے کی واحد زبان ہونے کا درجہ حاصل ہے اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ کشمیر کا اردو کے ساتھ وہی تعلق ہے جو پاکستان کا اردو کے ساتھ ہے۔ پاکستان کے موجود لسانی تناظر سے اردو کو خارج کر دیا جائے تو نہ صرف گھمبیر قسم کے لسانی مسائل پیدا ہو جائیں گے بلکہ اس کے نتیجے میں طرح طرح کے معاشرتی، معاشی اور اقتصادی مسائل بھی ابھر کر سامنے آ سکتے ہیں۔

زبان کسی بھی قوم کی یگانگت اور یکجہتی میں اہم اور بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ سانحہ مشرقی پاکستان کے پسِ پردہ جہاں دیگر بہت سے عوامل کارفرما ہیں وہیں مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان لسانی بعد کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا چنانچہ اہل کشمیر کے باہمی تعلقات اور پھر پاکستان کے ساتھ خوشگوار اور برادرانہ تعلقات اور یگانگت اردو زبان کو اپنانے اور فروغ دینے میں مضمر ہے۔

کشمیر کے لیے اردو کی اہمیت اس لحاظ سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس وقت تحریک آزادی ایک فیصلہ کن اور نازک مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ اس مرحلے میں اہل کشمیر کے درمیان اتحاد، اتفاق، باہمی یگانگت اور ہم خیالی کی ضرورت پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے اسی اتفاق اور یگانگت کی بدولت اہل کشمیر اپنے لیے کسی بہتر مستقبل اور منزل کو حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ افراد میں ہم خیالی کی ضرورت پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے اسی اتفاق اور یگانگت کی بدولت اہل کشمیر اپنے لیے کسی بہتر مستقبل اور منزل کو حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ افراد میں ہم خیالی ہم زبانی کی بدولت پیدا ہو سکتی ہے اہل کشمیر میں یہ ہم خیالی اردو کی وساطت سے پیدا ہو سکتی ہے جو کارگل سے کوہالہ تک بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ یہی وہ زبان ہے جو کشمیر کے مختلف حصوں میں آباد لوگوں کے درمیان ہم زبانی اور ہم خیالی پیدا کرنے کے لیے ایک مضبوط پُل اور Binding Force کا کردار ادا کر رہی ہے۔

حکومت آزاد کشمیر نے پاکستان سے ایک قدم آگے بڑھ کر ۱۹۶۷ء سے اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دے رکھا ہے اس فیصلے نے آزاد کشمیر کے لیے اردو کی اہمیت اور ضرورت کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔ اردو کو سرکاری زبان قرار دینے کے سلسلے میں جاری ہونے والے سرکاری حکم کا متن درج ذیل ہے:

از دفتر معتمد اعلیٰ حکومت آزاد جموں و کشمیر

حکم

آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر میں انگریزی کی جگہ اردو کو دفتری زبان قرار دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل ہدایات جاری کی جاتی ہیں:

۱۔ اردو میں نوٹ تحریر کرنے کے لیے ہر فائل کے ساتھ نیا حصہ شامل کیا جائے۔

۲۔ وزارت امور کشمیر اور دیگر بیرونی محکمہ جات سے البتہ انگریزی میں خط و کتابت جاری رہے گی۔

۳۔ تاوقتیکہ اردو مختصر اور اردو ٹائپ کے لیے موجودہ اہلکاران کی تربیت کا انتظام نہیں ہو جاتا اور اردو ٹائپ رائٹر میسر نہیں ہوتے چٹھیاں بال پن سے نیچے کاربن کاغذ رکھ کر لکھی جائیں اور اس کام کے لیے مجوزہ ٹائپ کرنے والے اہلکاران ہی سے کام لیا جائے۔

۴۔ جہاں اردو کی موزوں اصطلاح نہ پائی جائے تو دفتر معتمد اعلیٰ (شعبہ انتظامیہ) سے استفسار کیا جائے۔

دستخط

مقبول احمد شیخ معتمد اعلیٰ

یہ حکم نامہ آزاد کشمیر میں اردو کے فروغ اور نفاذ کے لیے ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی عبارت سے اس امر کا بخوبی اظہار ہوتا ہے کہ اس اہم اور تاریخی فیصلے کے لیے نہ کوئی بڑی تیاری کی گئی تھی اور نہ کوئی اہتمام۔ حکومت آزاد کشمیر کی کسمپرسی کا یہ عالم تھا کہ نہ اردو ٹائپ رائٹر دستیاب تھے نہ اردو ٹائپسٹ لیکن اس کے باوجود امور حکومت چلانے میں کسی طرح کی کوئی رکاوٹ یا دشواری پیش نہیں آئی۔ فرمان جاری کرنے کے بعد حکومت آزاد کشمیر نے حافظ یعقوب ہاشمی (صدر) اور خواجہ غلام احمد (سیکرٹری) پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جس

کے ذمہ یہ فریضہ سونپا گیا کہ وہ بکثرت استعمال میں آنے والے انگریزی اصطلاحات کا اہل الفہم متبادل تجویز کریں اس کمیٹی نے مستعدی سے اپنا کام کیا اور یوں بقول شاعر:

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام

اردو کشمیریوں کی کم و بیش ڈیڑھ سو سالہ تاریخ، تہذیب روایات و اقدار اور طرزِ معاشرت کی امین و عکاس ہے۔ پنڈر ہرگوپال خستہ کی تاریخ کشمیر ۱۸۷۷ء سے آج تک سینکڑوں اہل قلم نے اپنے خیالات کے اظہار کے لیے اسی زبان کو وسیلہ بنایا ہے اور شعر و ادب کا یک گراں قدر ذخیرہ اردو نے اپنے اندر سمیٹا ہوا ہے۔

مقبوضہ اور آزاد کشمیر میں سینکڑوں شعرا اور نثر نگار اپنی تخلیق اور تصنیف کے ذریعے اردو کی گرانقدر خدمات سر انجام دے رہے ہیں ادبی ذوق پروان چڑھ رہا ہے اور تصنیف و تالیف کا رجحان روز بروز بڑھ رہا ہے۔

کشمیر کے سکولوں، کالجوں اور جامعات میں اردو کی تدریس بحسن وخوبی ہو رہی ہے۔ آزاد کشمیر کے تمام تعلیمی اداروں میں ایف-اے تک اردو لازمی مضمون کے طور پر پڑھائی جاتی ہے اس کا نصاب وہی ہے جو پاکستان کے تعلیمی اداروں میں رائج ہے۔ آزاد کشمیر یونیورسٹی کے پوسٹ گریجویٹ کالج کھڑک میں ایم-اے اردو کی کلاسوں کا اجرا کیا ہے۔ جموں اور سری نگر کے جامعات میں یہ شعبے پہلے ہی بحسن وخوبی کام کر رہے ہیں۔

آزاد کشمیر کے پسماندہ علاقوں میں بھی اردو کی مقبولیت اور فہم میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اردو کو سٹیٹس سمبل کی حیثیت حاصل ہے۔ والدین اپنے بچوں کو شوق اور فخر سے اردو سکھاتے ہیں۔ شہری علاقوں میں تو اب بچوں کو مادری زبانیں سکھانے کا تکلف قدرے متروک ہو چلا ہے حتیٰ کہ مقامی زبان بولنے پر بچوں کو سرزنش کا شکار ہونا پڑتا ہے یہ رجحان مقامی بولیوں کے لیے تو حوصلہ افزا اور خوش آئند نہیں۔ صرف تعلیمی اداروں میں ہی نہیں۔ عدالتوں، کچہریوں، بازاروں، مسجدوں میں بھی اردو ہی رائج نظر آئی ہے۔ ان تفصیلات کی روشنی میں اگر ہم اختصار کے ساتھ کشمیر اور اہل کشمیر کے لیے اردو کی اہمیت بیان کریں تو یوں کہا جا سکتا ہے:

۱۔ اردو اہل کشمیر کی کم و بیش ڈیڑھ سو سالہ تاریخ کی امین ہے۔
۲۔ یہ زبان یہاں کی تہذیب و ثقافت، معاشرت و سیاست، مذہبی رجحانات و میلانات، افکار و نظریات کی علمبردار اور جد و جہد آزادی کشمیر کی چشم دید گواہ ہے۔
۳۔ یہ زبان کشمیر کے مختلف حصوں میں آباد مختلف تہذیبوں کے حامل افراد اور بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے قبائل کے درمیان ہم آہنگی اور یکجہتی کا بڑا سبب اور قومیت کے جذبے کے فروغ کا ذریعہ ہے۔
۴۔ کشمیر میں رابطے کی واحد زبان ہونے کے باعث اہل کشمیر کی ناگزیر ضرورت ہے۔
۵۔ اردو کو کشمیر کی قومی، سرکاری، عدالتی، نصابی اور تدریسی زبان کا درجہ حاصل ہے۔
۶۔ اردو پاکستان اور کشمیر کے لوگوں میں پائے جانے والے متعدد رشتوں میں ایک طاقت ور تعلق کا اضافہ کرتی ہے۔

الغرض اسی زبان نے ہمارے لیے علم کی پہلی شمع روشن کی۔ اسی نے ہماری تہذیب کو جلا بخشی۔ زندگی

گزارنے کا اسلوب اور جینے کا قرینہ سکھایا۔ واعظ نے اسی زبان میں خدا سے ہمارا ناتا جوڑا، احساسات و جذبات نے اسی زبان میں نطق کا یارا پایا۔ شاعر مشرق کا انقلاب آفریں میں پیغام بھی اردو کے دوش پر سوار ہو کر ریاست کے کوہ دامن میں پہنچا۔ یہی زبان تحریک آزادی کشمیر کی نقیب اور ہر آزادی کا نعرہ مستانہ بنی ہے اور اب تو اردو اہل کشمیر کی لوگوں میں اس طرح سرایت کر چکی ہے کہ کوئی بڑا انقلاب اور عظیم حادثہ بھی اس تعلق کو کمزور نہیں کر سکتا۔

کشمیر میں اردو کا مستقبل:

جہاں تک کشمیر میں اردو کے مستقل کا تعلق ہے یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ کشمیر میں اردو کا مستقبل پاکستان یں اردو کی ترقی اور فروغ کے ساتھ مشروط ہے۔ پاکستان میں سر اٹھانے والی ہر تحریک چاہے وہ سیاسی ہو یا ادبی و لسانی کسی نہ کسی طرح جلد یا بدیر کشمیر کا رخ ضرور کرتی ہے۔

پاکستان کے ذرائع ابلاغ، الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا، باسیان کشمیر کی معاشرتی، تہذیبی اور ثقافتی زندگی کے ساتھ ساتھ ان کی لسانیات پر بھی براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ پھر اہل پاکستان اور خصوصاً آزاد کشمیر کے لوگوں کے درمیان پائے جانے والے معاشی اور معاشرتی تعلقات بھی ایک دوسرے کی لسانیات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس کی مثال یوں ملتی ہے کہ آزاد کشمیر کے جن جن حصوں کا زمینی تعلق پاکستان کے ساتھ ہے وہاں ان کی تہذیب و ثقافت اور زبان پر پاکستانی علاقوں کا بڑا گہرا اثر ہے۔ میر پور اور بھمبر کی زبان اور طرز معاشرت پر قریبی علاقوں یعنی جہلم، دینہ اور گجرات وغیرہ کے غالب اثرات ہیں۔ پونچھ کی زبان اور طرز معاشرت پر مری اور کہوٹہ کے اثرات نمایاں ملتے ہیں جبکہ مظفر آباد کے بیشتر علاقوں پر ہزارہ کے تہذیبی اثرات کی چھاپ نمایاں ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان کی تہذیب و ثقافت اور زبان و بیان کسی نہ کسی طرح کشمیر پر اپنے اثرات مرتب کرتے ہیں چنانچہ پاکستان میں اردو کے فروغ ونشوونما کے اثرات بھی سرحد کے اس پار اپنے اثرات ضرور دکھائیں گے۔

آزاد کشمیر میں اردو کو سرکاری زبان کا درجہ ملنے سے اس کے فروغ اور نشوونما میں جو سرعت اور تیزی متوقع تھی وہ پاکستان میں اردو کے سرکاری زبان نہ ہونے کے باعث ممکن نہیں رہی لیکن یہ بات ضرور ہے کہ حکومت آزاد کشمیر کا یہ فیصلہ حکومت پاکستان اور وہاں کے بااثر افراد کو یہ باور کرانے کے لیے کافی ہے کہ اردو میں اس قدر توانائی اور زندگی ضرور موجود ہے کہ آسانی سے انگریزی کے متبادل کے طور پر احسن انداز میں امور سلطنت انجام دے سکتی ہے۔

پاکستان میں شدید عوامی تقاضے اور خواہش کے باوجود نامعلوم وجوہات کے باعث اردو کو سرکاری امور سے دور رکھ کر قومی زبان کے ساتھ ایک بھیانک مذاق روا رکھا گیا ہے۔ اگر پاکستان میں اردو کو سرکاری اور دفتری زبان کا مقام مل جائے تو نہ صرف پاکستان بلکہ کشمیر میں اردو کے فروغ کے وسیع امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔

آزاد کشمیر کی دو نشر گاہیں یعنی ریڈیو مظفر آباد اور ریڈیو تراڑ کھل اور حال ہی میں مظفر آباد میں قائم ہونے والا ٹیلی ویژن اسٹیشن اردو فہمی اور فروغ اردو میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ مقبوضہ ریاست میں ان نشر گاہوں کے

پروگرام خاص دلچسپی سے سنے جاتے ہیں۔

آزاد کشمیر بھر کے شہروں اور قصبوں میں ادبی انجمن قائم ہیں۔ جن کے زیر اہتمام علمی و ادبی سرگرمیوں کو فروغ مل رہا ہے۔ بڑے شہروں میں قائم یہ ادبی انجمنیں گاہے گاہے پاکستان سے نامور شعرا اہل قلم اصحاب کو مدعو کرتی ہیں جس سے مقامی شعراء و ادیب ایک تحریک حاصل کرتے ہیں اور فروغ ارد میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

آزاد کشمیر کے بیشتر تعلیمی ادارے اپنے علمی و ادبی مجلّے شائع کرتے ہیں۔ ان میں حسبِ ذیل قابلِ ذکر ہیں:

(سروش) گورنمنٹ کالج میر پور (دومیل) مظفر آباد مظفر آباد (خیابان) راولاکوٹ (مبین) کھڑک راولاکوٹ (کشتِ فکر) میر پور (قندیل) باغ (ماہل) باغ (رفعت) کہوٹہ (سرن) ہجیرہ (طلوع) پنجیڑہ (حاجی پیر) کہوٹہ (توی) برنالہ (پرواز) ڈڈیال (صبح نو) عباس پور (پتن) بھمبر (بیتاڑ) کہوٹہ (ضوفشان) پلندری (الافضل) افضل پور (میزان) چکسواری (القلم) دھیرکوٹ (منزل مراد) ہائی اسکول سیڑہ (آغاز) ناڑ (حیرت) کھوئی رٹہ (اختر سحر) چکار (رہبر) آزاد کشمیر ٹیچرز ایسوسی کا علمی مجلّہ (خورشید) مظفر آباد (کوہ قاف) سون ٹوپہ (زون) مظفر آباد گرلز کالج تعلیمی اداروں کے ان مجلوں کے علاوہ کہی ایک ہفت روزہ اخبار اور روزنامے مثلاً سیاست، محاسب، کشمیر، کشیر، انصاف کے علاوہ کہی دیگر اخبارات اور رسایل و جراید فروغ اردو میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

کشمیر سے حصول علم کے لیے کثیر تعداد میں لوگ پاکستان اور بالخصوص کراچی کا رخ کرتے ہیں یہ لوگ بھی کسی نہ کسی طرح فروغ اردو کا سبب بنتے ہیں۔ ان خوش آئند پہلوؤں کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے عوامل بھی ہیں جو اردو کے فروغ میں سد راہ پہلو تشویش ناک ہے کہ ایک طرف ہندوستانی حکومت حتی المقدور کوشش کر رہی ہے کہ وہ مقبوضہ کشمیر میں ہندی کو فروغ دے کر اردو کو ثانوی درجے پر لے جائے تا کہ مقبوضہ اور آزاد کشمیر میں اردو کی قدر مشترک دم توڑ جائے تو دوسری طرف پاکستان کے ارباب بسط و کشاد اردو کے ساتھ سوتیلی ماں کا سلوک کر رہے ہیں۔ یہ طرزِ عمل اردو کے لیے سمِ قاتل کی حیثیت رکھتا ہے۔ گزشتہ کئی سالوں میں مقبوضہ کشمیر میں جاری تحریک آزادی کے باعث وہاں کی علمی، ادبی اور صحافتی سرگرمیاں ماند پڑ چکی ہیں۔

کشمیر کے ہر دو حصوں میں ادب اور ادیب کی اہمیت کو محسوس نہیں کیا جا سکا جس کے باعث شاعر، ادیب، صحافی اور فنکار بے اعتنائی اور بعض صورتوں میں کسمپرسی کا شکار ہیں۔ یہ رجحان اردو اور اردو ادب کے لیے غیر مفید اور مضر ہے۔

پاکستان کا بااثر طبقہ اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دینے سے متعلق جو ذہنی تحفظات رکھتا ہے اس کا منفی اثر کسی نہ کسی طرح آزاد کشمیر پر بھی مرتب ہو رہا ہے اور اردو کی اہمیت و افادیت مشکوک ہو رہی ہے۔

پاکستان کا مقتدر اور پوش طبقہ اردو سے دور اور بے اعتنا ہوتا جا رہا ہے ان کے باہمی معاملات اور گفت وشنید بھی انگریزی میں ہوتی ہے، متوسط طبقہ ہندوستانی میڈیا کی یلغار کے نتیجے میں ہندی کے زیر اثر آ رہا ہے گلی کوچوں میں ہونے والی گفتگو میں بے دریغ ہندی الفاظ برتے جا رہے ہیں حد یہ ہے کہ ہمارے ثقہ بند کالم نگار بھی بلا جھجک ہندی الفاظ کا موقع بے موقع استعمال کر رہے ہیں۔ پاکستانی میڈیا اپنے حکمرانوں کی دیکھا دیکھی اردو اور انگریزی کو

چولی دامن کی طرح ملانے کی تگ و دو میں مصروف ہے۔ ہمارے ہاں لیٹر پیڈ، دکانوں کے سائن بورڈ، گاڑیوں کی نمبر پلیٹیں، دستخط، شاہراؤں کے سنگ میل حتیٰ کہ نام (نک نیم) تک انگریزی میں رکھنے کا رجحان عام ہو گیا ہے۔ غنیمت ہے کہ قبروں کے کتبے انگریزی میں لکھنے کا رجحان (میرے علم کے مطابق) ابھی نہیں چلا۔ چکی کے اتنے پاٹوں کے درمیان پسنے کے باوجود اردو ابھی زندہ ہے تو اس میں کسی کا کوئی کمال نہیں بلکہ یہ اس سخت جان زبان کے اندر صلاحیتیں ہیں۔ جنھوں نے اسے ابھی تک اپنے پاؤں پر کھڑا رکھا ہے۔

ان حالات میں ضروری ہے کہ:

۱۔ مقبوضہ کشمیر میں ہندی کو فروغ دینے اور اردو کو ثانوی حیثیت دلانے کی منظّم بھارتی سازش کا سدباب کیا جائے اور باسیان کشمیر کو اردو کی اہمیت وافادیت کا احساس دلایا جائے۔

۲۔ مقبوضہ کشمیر میں پاکستانی نشریاتی اداروں کے پروگرام جام کرنے کے لیے ہندوستانی کوششوں کا توڑ تلاش کیا جائے اور آزاد کشمیر کی سرحد پر ایسے طاقت ور بوسٹر نصب کیے جائیں کہ مقبوضہ کشمیر کے لوگ پاکستان اور آزاد کشمیر کے نشریاتی اداروں کے پروگرام بآسانی دیکھ اور سن سکیں۔

۳۔ آزاد کشمیر میں حال میں قائم کیے گئے ٹیلی ویژن اسٹیشن اور پی ٹی وی کے پروگرام دلچسپ اور معیاری ہوں تاکہ وہ ہندستانی ٹی-وی چینلز کی یلغار کا سدباب کر سکیں۔

۴۔ شاعروں، ادیبوں اور فنکاروں کی حوصلہ افزائی کی جائے اور انھیں فروغ علم و ادب کی تحریک کی جائے۔ اکادمی ادبیات پاکستان اور اقبال اکادمی کی طرز پر آزاد کشمیر میں بھی ادبی اکادمی قائم کیے جانے کی ضرورت ہے۔

۵۔ پاکستان ٹیلی ویژن چینلز سے انگریزی اور اردو کے بے جا ملاپ کا ناقابل فہم رجحان (جو عام زندگی میں بھی در آچکا ہے) کا سدباب ضروری ہے۔

۶۔ ہر سال اچھی ادبی اور تحقیقی کاوشوں پر مصنفین اور محققین کو اعزازات سے نوازا جائے تاکہ مقابلے اور مسابقے کی فضا پیدا ہو اور فروغ علم و آگہی کا راستہ ہموار ہو۔

۷۔ کشمیر میں صحافت کو فروغ دینے کے لیے صحافیوں کی مناسب تربیت بھی اردو کے فروغ کا باعث ہو سکتی ہے۔

۸۔ اردو زبان و ادب میں ڈاکٹریٹ کے حامل افراد کے ساتھ اگر باعزت اور مستحسن سلوک روا رکھنے میں کوئی امر مالغ ہو تو کم از کم ذلت آمیز سلوک سے ہی اجتناب کیا جائے تو بعید از کرم نہ ہو گا۔

اردو سے تعلق اور نسبت رکھنے والے افراد کی عزت افزائی باصلاحیت طلبہ کی اردو کی جانب رغبت کا سبب ہو گی اور اردو زبان و ادب کو نئے اور صحت مند خون کی اشد ضررت ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ غلام احمد پنڈت، **اوراق پارینہ**، جنگ پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۱ء

۲۔ منقول از **کشمیر میں اردو** 'حبیب کیفوی'، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۹۷۹ء

۳۔ مرزا شفیق حسین۔ **کشمیری مسلمانوں کی سیاسی جد و جہد**، دیپ پرنٹرز، حیدر روڈ، راولپنڈی، ص ۱۰۰

۴۔ رسالہ **اعلان حق**، اشاعت ۲۵ر جنوری ۱۹۴۱

۵۔ سلیم خان گمی، **کشمیر ادب اور ثقافت**، یونیورسٹی بک ایجنسی، پشاور، ۱۹۶۴ء